بنیاد جلد چہارم ۲۰۱۳ء

رؤف پاریکھ *

قرار اللغات: امیر اللغات کا تکملہ؟

زیرِنظر مقالے میں ہم اردو کا ایک غیر معروف اور کم یاب لغت قرار اللغات کا تعارف پیش کریں گے اور اس کی اہمیت اور قدر و قیمت کا اندازہ لگانے کے علاوہ مؤلف کے اس دعوے کو بھی پرکھنے کی کوشش کریں گے جس میں اس نے کہا ہے کہ قرار اللغات امیر مینائی کے معروف لغت امیر اللغات کی تکمیل ہے۔

تعارف

قرار اللغات ایک اردو بہ اردو لغت ہے۔ اس کا پورا نام قرار اللغات یعنی اردو محاورات ہے اور اس کے مؤلف سید تصدق حسین شاہجہاں پوری المتخلص بہ قرارؔ ہیں۔ قرار اللغات ایک کم یاب لغت ہے اور کم ہی لوگ اس کے بارے میں جانتے ہیں۔ حتیٰ کہ اس کا ذکر لغات اور لغت نویسی کے موضوع پر کیے گئے تحقیقی و تنقیدی کاموں میں بھی نہیں ملتا۔ صرف ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہاں پوری[1] اور لیلیٰ عبدی خجستہ نے اس کا ذکر کیا ہے (لیکن خجستہ صاحبہ کے اس مقالے کا ذکر ذرا آگے آئے گا)۔ قرار اللغات کا ایک مطبوعہ نسخہ اردو لغت بورڈ (کراچی) کے کتب خانے میں موجود ہے اور راقم کو اسے وہیں دیکھنے کا موقع ملا۔ نسخہ یوں تو اچھی حالت میں ہے لیکن لوح اور طباعتی تفصیلات پر مبنی اس کے ابتدائی چند صفحات ناپید ہیں چناں چہ اس مطبوعہ نسخے سے سالِ اشاعت اور ناشر کی تفصیلات کا علم نہیں ہوتا۔ البتہ بورڈ کے کارکنان نے حوالے کی سہولت کے لیے اس پر سالِ طباعت ۱۹۱۹ء لکھ رکھا ہے۔ ابوسلمان صاحب نے اس کا سالِ اشاعت نہیں دیا لیکن اس

کے ناشر کا نام ''گلشن ابراہیم لکھنؤ'' درج کیا ہے۔ انھوں نے لغت کا پورا نام قرار اللغات یعنی اردو محاورات دیا ہے۔

لغت کے آخر میں دو اعلانات ہیں جو بعض اہم معلومات دیتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ قرار شاہجہاں پوری یعنی اس لغت کے مؤلف معروف شاعر منشی امیر احمد مینائی کے شاگرد تھے۔ نیز یہ کہ قرار کے والد کا نام سید اصغر حسین شاہ چشتی تھا اور کتاب کی اشاعت کے زمانے میں قرار شاہ جہاں پور سے لکھنؤ آئے ہوئے تھے۔ ان اعلانات میں سے پہلا گویا ایک اشتہار ہے جو ''اردو کی مستند کتابیں'' کے عنوان سے ہے جس میں خواجہ عبدالرؤف عشرت لکھنوی کی کتابوں کی فہرست ہے اور المشتہر کے تحت ''خواجہ عبدالرؤف عشرت احاطہ خانساماں، لکھنؤ'' درج ہے۔

دوسرا اعلان قرار اللغات کے عقبی سر وَرَق پر ہے جس میں ''اطلاع'' کی سرخی کے تحت یہ عبارت دی گئی ہے:

> میں نے اس کتاب قرار اللغات کا حق تصنیف کسی کو نہیں دیا ہے کوئی صاحب بغیر میری باضابطہ اجازت کے چھاپنے یا چھپوانے کا قصد نہ کریں [نہ کریں] ورنہ نفع کے عوض نقصان اٹھانا ہوگا اور حسب ضابطہ ہرجہ و نقصان کے دیندار ہوں گے۔
>
> العبد و [ا]لمشتہر: سید تصدق حسین قرار ولد سید اصغر حسین شاہ چشتی، ساکن شاہجہانپور وارد حال لکھنؤ، تلمیذ حضرت امیر مینائی لکھنوی

کتاب کی ابتدا میں ''گزارش'' کے عنوان سے ایک صفحے میں مؤلف نے بتایا ہے کہ کوئی تیس (۳۰) سال قبل ان کے استاد امیر مینائی نے نواب کلب علی خان والیِ رام پور کی فرمائش پر اردو محاورات کی جانب توجہ مبذول کی تھی لیکن ان کا یہ لغت جس کا نام امیر اللغات تھا نامکمل رہا۔ بقولِ مؤلف امیر کے جانشینوں میں سے حافظ جلیل حسن جلیل [مانک پوری] اور پھر حکیم محمد ضمیر حسن خان دل شاہ جہاں پوری سے امیدیں تھیں کہ وہ امیر کے اس کام کو تکمیل تک پہنچا کر ملک پر احسان کریں گے لیکن انھوں نے ''امیر اللغات کو تمام کرنے کی ہمت نہ کی''۔ اس کے بعد مؤلف نے، بقول خود ان کے، اپنی ''ناقابلیت اور عدم واقفیت'' کے باوجود اس کام کو ''جوں توں تکمیل تک پہنچایا''۔ لیکن مؤلف کے دل میں یہ خیال تھا کہ ''امیر اللغات کے طرز پر لکھنا تو ٹیڑھی

کھیر'' ہے اس لیے ''اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بنانا چاہیے''۔ پھر اپنے استاد امیر مینائی کا یہ شعر درج کیا ہے:

نگاہِ مست ساقی نے دکھا کر
کہا لو پھول کی جا پنکھڑی ہے

اس کے بعد بتایا ہے کہ ''اس لغت کا دیگر لغات سے کچھ انداز ہی نرالا ہے'' اور اس کی وضاحت یوں کی ہے کہ اس میں مرکب اور مفرد محاورات کی تفصیل الگ الگ تحریر کی گئی ہے، ''تمامی محاورات'' کے ہر معنی کے ثبوت میں اساتذہ کے اشعار لکھے گئے ہیں اور آخر میں مثلیں اور کہاوتیں بھی درج کی گئی ہیں۔

اس کے بعد تین صفحات میں ان شعرا کے نام دیے ہیں ''جن کا کلام محاورات کے ثبوت میں تحریر کیا''۔ ان میں کچھ نام یہ ہیں: امیؔر مینائی، میر انیسؔ، آتشؔ، انشاؔء، جرأتؔ، جاںؔ صاحب، جلیلؔ مانک پوری، حالیؔ، داغؔ، ذوقؔ، رندؔ، رشکؔ، ریاضؔ خیر آبادی، سوداؔ، شیفتہؔ، غالبؔ، قلقؔ، خود مؤلف یعنی قرار، پنڈت دیا شنکر نسیمؔ، میر تقی میرؔ، میر حسنؔ، مومنؔ، منیرؔ شکوہ آبادی، ناسخؔ، نوحؔ ناروی وغیرہ۔

مولف کا امیر اللغات کے بارے میں یہ لکھنا کہ ''تخمیناً تیس سال کا زمانہ ہوا'' نواب کلب علی خاں نے امیر مینائی کی توجہ لغت کی تالیف کی جانب مبذول کرائی تھی، قرار اللغات کے سالِ تالیف کے بارے میں ہماری رہنمائی کرسکتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ الفرڈ لائل نے نواب کلب علی خاں سے اردو کے ایک جامع لغت کی فرمائش ۱۸۸۴ء میں کی تھی اور نواب نے امیر مینائی کو لغت کی تیاری کا حکم دیا۔[۲] ۱۸۸۴ء میں تیس سال جمع کیے جائیں تو گویا قرار اللغات کی تالیف ۱۹۱۴ء کے لگ بھگ ہوئی۔ لہٰذا سال ۱۹۱۹ء میں طباعت و اشاعت قرین قیاس ہے۔

قرار اللغات کا غالباً ایک ہی ایڈیشن شائع ہوا۔ کم از کم ہماری معلومات کی حد تک اس کا دوسرا ایڈیشن نہیں چھپا۔ اس ایڈیشن کے کُل تین سو سولہ (۳۱۶) صفحات ہیں۔ یہ ایڈیشن پانچ انچ ضرب آٹھ انچ کے مسطر پر چھپا ہے۔ ہر صفحے پر دو کالم ہیں اور ہر کالم ڈھائی ڈھائی انچ چوڑا اور آٹھ آٹھ انچ لمبا ہے۔ ہر کالم میں تیئیس (۲۳) سطریں ہیں۔ جیسا کہ عرض کیا گیا، صفحہ ایک پر ''گزارش'' اور اگلے تین صفحات پر شعرا کے نام ہیں۔ پانچویں صفحے پر، جہاں سے لغت شروع ہوتا ہے، ''مرکب محاورات جو فصیح ہونے کی وجہ سے عموماً نظم میں استعمال کیے جاتے ہیں'' کا عنوان قائم کیا گیا ہے۔ اس پہلے صفحے (یعنی صفحہ ۵ پر) پر پہلا اندراج ''آب آب

کرنا'' کا ہے۔معنی دیے ہیں: ''شرمندہ کرنا''۔اس کے بعد جلیؔل کا یہ شعر سند میں دیا ہے:

چھلک چھلک کے ترے جامِ مے نے اے ساقی[۳]
ستم کیا مری توبہ کو آب آب کیا

اس ابتدائی عنوان کے تحت مندرج محاورات (الف تا ی) صفحہ دو سو انہتر (۲۶۹) تک چلے گئے ہیں اور اس حصے میں آخری اندراج ''یوہیں ہونا'' [یونہی ہونا] کا ہے (ص ۲۶۹) اور اس کے معنی دیے ہیں ''اسی طرح ہونا'' اور سند میں امیؔر کا یہ شعر ہے:

شیخ جی یونہی[۴] جو مے پینے کی عادت ہوگی
ایک دن رہن یہ دستارِ فضیلت ہوگی

صفحہ دو سو ستر (۲۷۰) سے دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے جس کا عنوان ہے: ''تفصیلِ اسماءِ فصیح جو عموماً نظم میں استعمال ہوتے ہیں''۔اس صفحے پر ''الف'' کے تحت پہلا اندراج ''آستین کا سانپ'' کا ہے اور یہ معنی درج ہیں: ''خفیہ دشمن''۔اس کے بعد بطور سند سحؔر کا یہ شعر دیا ہے:

چلو بلا سے اگر ہے یہ آستیں کا سانپ
بغل میں پال کے میں کیا کروں گِلا دل کا

یہ حصہ صفحہ دو سو بیاسی (۲۸۲) پر اختتام پذیر ہوتا ہے جس پر آخری اندراج ''یارِ غار'' کا ہے۔معنی یوں لکھے ہیں: ''دلی دوست، سچا غم خوار''۔سند میں دو شعر ہیں۔پہلے صفدؔر کا یہ شعر دیا ہے:

محشر پہ کیوں رہے یہیں ہوجائے امتحاں
سنتا ہوں غیر ان کا بڑا یارِ غار ہے

پھر شاؔد کا یہ شعر درج کیا ہے:

اے شاؔد مرگئے پہ کسی نے دیا نہ ساتھ
جو حد کا یارِ غار ہوا گور تک گیا

صفحہ دو سو تراسی (۲۸۳) سے تیسرا حصہ شروع ہوتا ہے جس کا عنوان ہے: ''مثلیں اور کہاوتیں جو عموماً نثر میں مثالاً بولی جاتی ہیں اور بعض جگہ نظم میں بھی استعمال کی جاتی ہیں''۔اس میں پہلا اندراج ''آپ

ڈوبے جگ ڈوبا'' کا ہے اور یہ معنی دیے ہیں: ''جب ہمیں نہ ہوں گے تو کسی سے کیا غرض''۔یہ حصہ صفحہ تین سو دس (۳۱۰) تک جاتا ہے جس پر آخری اندراج ''یہ منھ اور مسور کی دال'' کا ہے جس کے معنی یوں دیے ہیں: ''تم اس کام کے لائق نہیں ہو''۔

چوتھا اور آخری حصہ (یا یوں کہہ لیجیے کہ تیسرے یا کہاوتوں کے حصے کا ایک ذیلی باب) صفحہ تین سو گیارہ (۳۱۱) سے شروع ہوکر لغت کے آخری صفحے یعنی صفحہ تین سو سولہ (۳۱۶) تک جاتا ہے۔اس حصے کا عنوان ہے ''فارسی کے جملے جو مثلوں کی جگہ استعمال کیے جاتے ہیں''۔صفحہ ۳۱۱ پر پہلا اندراج ''آب آمد تیمّم برخاست'' کا ہے اور اس کے یہ معنی درج ہیں: ''بڑوں کے آگے چھوٹوں کی نہیں چلتی''۔اس حصے کا آخری اندراج، جو لغت کا بھی آخری اندراج ہے، ''یک نہ شد دو شد'' کا ہے اور معنی لکھے ہیں: ''ایک بلا تھی دوسری اور نازل ہوئی'' (ص ۳۱۶)۔

اندراجات کی نوعیت اور قدر و قیمت

اس تعارف کے بعد ہم قرار اللغات کے اندراجات پر ایک نظر ڈالتے ہیں کہ ان کی نوعیت اور معیار کیا ہے؟

اگر قرار اللغات کے اندراجات کی تعداد کو دیکھا جائے تو اتنی کم ضخامت کے لغت میں اندراجات کی تعداد بہت زیادہ ہونے کی توقع کی بھی نہیں جاسکتی تھی نیز چھوٹی تقطیع (جیسا کہ سطورِ بالا میں عرض کیا گیا، پانچ ضرب آٹھ انچ) کی اس لغت میں ایک کالم میں اوسطاً سات یا آٹھ اندراجات ہیں جو فی صفحہ اوسطاً پندرہ بنتے ہیں اور اس کے صفحات کی تعداد کے پیشِ نظر اس کے اندراجات کی کُل تعداد ہمارے محتاط اندازے کے مطابق ساڑھے چار ہزار کے لگ بھگ ہوگی۔اس میں مفرد الفاظ کو بطور ''بنیادی مفرد اندراج'' (جس کو انگریزی لغت نویسی کی اصطلاح میں headword کہا جاتا ہے) بہت کم لیا گیا اور نوے فی صد بلکہ اس سے بھی زیادہ اندراجات مرکبات اور محاورات کے ہیں۔اس کے اس حصے میں جسے ''تفصیلِ اسمائے فصیح'' کا نام دیا گیا ہے اور جو بمشکل تیرہ چودہ صفحات پر مبنی ہے، زیادہ تر مفرد الفاظ درج ہیں لیکن درمیان میں کہیں کہیں مرکبات و محاورات بھی موجود ہیں۔مفرد الفاظ کے بھی مجازی یا مرادی معنوں پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ قرار اللغات بنیادی طور پر محاورات کا لغت ہے اور مؤلف کا منشا محاورات یا مجازی و مرادی استعمال کے معنی کی وضاحت ہے (جیسا کہ ابوسلمان صاحب کے بیان کردہ لغت کے مکمل نام سے بھی ظاہر ہے مولف نے اردو

محاورات کا لغت ترتیب دیا ہے)۔لیکن کہیں کہیں مفرد الفاظ کے لغوی معنی دے دیے گئے ہیں اور مرادی معنی چھوڑ دیے ہیں، مثلاً لفظ ''حراف'' کے لغوی معنی ''تیز، چالاک'' درج ہیں (ص ۲۷۵) لیکن اس کے مجازی معنی (یعنی معشوق) نہیں لکھے۔کیا ہی اچھا ہوتا کہ مؤلف ایک اصول قائم کرتے اور اس لغت کو یا تو صرف مرکبات تک محدود رکھتے اور اگر مفرد الفاظ درج کرنے ہی تھے تو ان کے وضعی یا لغوی معنی کے ساتھ مرادی یا مجازی معنی بھی ساتھ میں دے دیتے۔

معنی میں زیادہ وضاحت اور تفصیل سے کام نہیں لیا گیا ہے اور بالعموم وہ معنی ہی دیے گئے ہیں جو مجازاً یا مراداً یا کنایۃً آتے ہیں۔لیکن اس میں بھی نہایت اختصار اور کفایت سے کام لیا گیا ہے لہٰذا اکثر مقامات پر تشنگی کا احساس ہوتا ہے۔ مثلاً لفظ ''اُلّو'' کے صرف ایک معنی ''بے وقوف'' دیے ہیں جو مرادی معنی ہیں (ص ۷۰) ،لغوی معنی نہیں دیے۔جبکہ امیر مینائی کا لغت، جس کی تکمیل کا مؤلف نے ارادہ ظاہر کیا ہے، میں الّو کے دونوں معنی یعنی لغوی اور مجازی باقاعدہ الگ الگ شقوں میں دیے گئے ہیں۔امیر نے ایسے مواقع پر مختلف معنی کی شقوں کو نمبر دیے ہیں۔امیر اللغات کی تیسری جلد میں ان نمبروں کا بطور خاص اہتمام ہے۔[۵] جبکہ قرار اللغات کے مولف نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ بلکہ اگر کہیں ایک سے زیادہ مجازی معنی دیے بھی ہیں تو انھیں ایک ساتھ لکھ دیا ہے مثلاً ''دم دینا'' کے معنی ''فریب کرنا، جان دینا، محبت کرنا'' کسی شق کی نشان دہی کے بغیر ایک ساتھ لکھ دیے ہیں اور معنی کے بعد تین اسناد بھی ایک ساتھ لکھ دی ہیں (ص ۱۳۸)۔غنیمت یہ ہے کہ یہ تین اسناد اسی ترتیب سے درج ہیں جس ترتیب سے معنی لکھے ہیں یعنی پہلے درج کیا گیا داغ کا شعر

وعدہ کرنے کو وہ تیار تھے سچے دل سے
میں نے کم بخت یہ جانا مجھے دم دیتے ہیں

پہلے معنی (فریب کرنا) کی سند میں ہے، دوسرا شعر بھی داغ کا ہے جو یہ ہے:

مجھ سے وہ کہتے ہیں پروانے کو دیکھا تو نے
دیکھ یوں جلتے ہیں اس طرح سے دم دیتے ہیں

یہ دوسرے معنی (جان دینا) کی سند ہے۔تیسرا شعر انیس کا ہے جو تیسرے معنی (محبت کرنا) کی سند میں ہے، یہ ہے:

دم دیتے ہیں وہ اس پہ ،جو ہیں صاحبِ ایمان
اس بیٹیٔ نازک پہ ،ان آنکھوں پہ کرو دھیان

گویا یہ ترتیب درست ہے لیکن اصولاً معنی شق وار دینے چاہئیں اور سند معنی کے فوراً بعد آنی چاہیے۔

قرار اللغات کے بعض اندراج معنی کے لحاظ سے بہت تشنہ معلوم ہوتے ہیں۔نیز جب مؤلف نے لغوی یا حقیقی معنی کی بجاے مرادی یا مجازی معنی پر زور دیا ہے تو اسے تمام مجازی معنی شق وار بیان کرنے چاہئیں تھے، مثلاً ''یارِ غار'' کے معنی میں ''دلی دوست، سچا غم خوار'' لکھا ہے (ص ۲۸۲) لیکن اس کے ایک اور مرادی معنی یعنی ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ'' نہیں دیے۔اسی طرح یارِ غار کے ایک اور مجازی یا مرادی معنی ''اصحابِ کہف'' بھی ہیں اور یہ فرہنگِ آصفیہ میں بھی درج ہیں۔

بعض مقامات پر اندراجات کی تسوید میں ترتیبِ حروفِ تہجی کا خیال نہیں کیا، مثال کے طور پر ''جھوٹے منھ نہ پوچھنا'' کے بعد ''جھوٹی سچی اوڑانا [اُڑانا] کا اندراج ہے جبکہ ترتیب میں ''جھوٹی'' سے شروع ہونے والے مرکبات کا اندراج ''جھوٹے'' سے شروع ہونے والے اندراجات سے پہلے ہونا چاہیے کیونکہ ''جھوٹی'' میں یاے معروف ہے جو لغت میں ترتیب کے لحاظ سے پہلے آنی چاہیے۔اگر یہ فرض کیا جائے کہ یاے معروف اور مجہول کے فرق کو بعض قدیم لغات کے تتبع میں اس لغت میں نظر انداز کیا گیا ہے تو پھر بھی بات نہیں بنتی کیونکہ اگلا اندراج ''جھوٹے کو حد تک پہونچانا [پہنچانا]'' کا ہے اور اس میں پھر یاے معروف کی بجاے مجہول ہے (ص ۱۰۲)۔

مندرجہ بالا مثالوں سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مؤلف کا املا اپنے دور کے لحاظ سے بھی خاصے قدیم انداز کا ہے جبکہ اس معاملے میں امیؔر بہت محتاط تھے اور ان کا املا ان کے دور کی حد تک جدید ہے۔ بلکہ امیؔر نے املا اور صحتِ زبان کا خاص خیال رکھا ہے اور کہیں کہیں ترجیح کی وضاحت بھی کی ہے۔قرار کا ''اڑتی'' کو ''اوڑتی'' اور ''بے راہ قدم اٹھنا'' کو ''بیراہ قدم اوٹھنا'' لکھنا اس کے املا کے اصولوں سے بے نیازی کے ثبوت ہیں۔ مؤلف کے املا کا یہ عالم ہے (گو اسے کاتب کے کھاتے میں بھی ڈالا جا سکتا ہے) کہ وہ اردو املا کے اس مسلمہ اصول کہ مصدر میں آنے والی نون کی مشدد آواز کو تشدید سے ظاہر نہیں کیا جاتا بلکہ اس حرف (یعنی نون) کو دو بار لکھا جاتا ہے (جیسے بننا، گننا، تننا، جننا، سننا وغیرہ) کو کہیں کہیں نظر انداز کر دیتا ہے اور مثلاً ''کان دھر کے سنّنا''

میں ''سننا'' کو ''سنا'' لکھتا ہے (ص۱۹۳)۔(یہاں کاتب نے سین پر پیش اور نون پر تشدید کا اہتمام کیا ہے لہٰذا اسے کاتب کے کھاتے میں ڈالنا بھی مشکل ہے)۔

بعض مقامات پر اسناد پیش کرنے میں احتیاط نہیں کی گئی، جیسے ''دن منانا'' بمعنی ''امیدواری کرنا'' کی سند میں صفحہ ۱۴۱ پر عاشقؔ کا جو شعر دیا ہے وہ یہ ہے:

خالق نے یہ روزِ خوش دکھایا
جس دن کو مناتے تھے وہ آیا

حالانکہ یہ ''دن منانا'' کی نہیں بلکہ ''دن کو منانا'' کی سند ہے۔جبکہ محاورہ دن منانا ہے نہ کہ دن کو منانا اور نور اللغات میں اسی سند کے ساتھ موجود ہے۔ نور اللغات کے مطابق اس کے معنی ہیں دن کی تمنا کرنا۔ گویا محاورے کے اصل الفاظ میں بھی اور مفہوم میں بھی کچھ کمی رہ گئی ہے۔ بظاہر ذرا سا فرق ہے لیکن لغت نویسی کے اصولوں میں اس طرح کے فرق کو بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔اور ویسے بھی محاورے کے الفاظ میں تبدیلی جائز نہیں سمجھی جاتی۔

بعض اندراجات کے معنی مشکوک بلکہ غلط ہیں۔مثال کے طور پر ''دور کی سوجھنا'' کے معنی لکھے ہیں: تہہ کو پہونچنا [پہنچنا] (ص۱۴۲)۔لیکن فرہنگ آصفیہ [۶] اور نور اللغات [۷] میں دور کی سوجھنا کے جو معنی درج ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کے معنی ہیں: گہرا خیال آنا، باریک اور نادر بات خیال میں آنا نیز دور اندیش ہونا۔اردو لغت بورڈ کے تاریخی اصولوں پر مرتبہ لغت میں بھی یہی معنی دیے گئے ہیں [۸]۔صاحبِ قرار اللغات نے سند میں امیر مینائی کا جو شعر دیا ہے اس سے بھی ''تہہ کو پہنچنا'' کے معنی نہیں نکلتے، بلکہ آصفیہ، نور اور بورڈ کے لغت میں دیے گئے معنی کی تصدیق ہوتی ہے، ملاحظہ ہو:

یہ آتا ہے جی میں کہ کوثر کو چلیے
خرابات میں دور کی سوجھتی ہے

اسی طرح قرار نے ''بازار کی مٹھائی'' کے معنی لکھے ہیں '' آسان'' (ص۴۱)۔جبکہ اس کے معنی فرہنگ آصفیہ کے مطابق یہ ہیں: وہ چیز جو ہر ایک شخص اپنے استعمال میں لا سکے، (مجازاً) کسبی [۹]۔صاحبِ نور اللغات نے آصفیہ کے الفاظ کو دہرا دیا ہے [۱۰]۔لغت بورڈ نے بازار کی مٹھائی کے معنی یوں دیے ہیں: '' (لفظاً)

وہ چیز جو ہر شخص کو آسانی سے مل سکے، (مراداً) کسبی، طوائف، رنڈی'' [۱۱]۔ اس اندراج یعنی بازار کی مٹھائی کی سند میں مؤلفِ قرار اللغات نے خود اپنا جو شعر دیا ہے اس سے بھی '' آسان'' کی بجائے ''جسے ہر کوئی حاصل کر سکے'' کے مرادی معنی نکلتے ہیں، ملاحظہ ہو:

یار کا بوسۂ لبِ شیریں
کوئی بازار کی مٹھائی ہے

امیر اللغات میں بھی ''بازار کی مٹھائی'' کے معنی ''وہ چیز جو علی العموم سب کو مل سکے'' [۱۲] درج ہیں لیکن امیر نے اس سے اگلا اندراج ''بازار کی مٹھائی جس نے پائی اس نے کھائی'' کا کیا ہے اور معنی لکھے ہیں: مذاق سے کسبیوں کی نسبت کہتے ہیں۔[۱۳] گویا مؤلف کے نزدیک '' آسان'' اور ''جسے ہر کوئی آسانی سے حاصل کر سکے'' کے معنی میں کوئی فرق نہیں۔اس سے ان کی لغت نویسی کی مہارت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

مؤلف نے بعض الفاظ یا مرکبات کے معنی یہ دیکھے بغیر لکھ دیے ہیں کہ آیا سند سے وہ معنی برآمد ہو بھی رہے ہیں یا نہیں۔مثال کے طور پر لفظ ''بازاری'' کے معنی درج ہیں ''معمولی'' (ص۲۷۱)۔اصولاً یہ معنی درست ہیں لیکن ''بازاری'' کے کئی اور معنی بھی ہیں (جو اردو کے مستند لغات میں دیکھے جا سکتے ہیں، یہاں انھیں دہرایا نہیں جا رہا)۔سرِ دست ''بازاری'' کے دیگر معنی کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ سند دیکھتے ہیں جو مؤلف نے اپنی دانست میں ''بازاری'' کے معنی کے لیے دی ہے۔سند رندؔ کے شعر سے ہے جس کا دوسرا مصرع ہے:

خانگی ہے مرا محبوب، وہ بازاری ہے

حالانکہ یہ مصرع ''بازاری عورت، طوائف، رنڈی، کسبی'' کے معنی میں ہے نہ کہ ''معمولی'' کے معنی میں۔ بازاری کے ایک معنی ''کسبی، پیشہ کرنے والی عورت'' بھی ہیں اور اردو لغت بورڈ کے لغت میں اس کی اسناد بھی موجود ہیں۔رندؔ کے مصرعے میں یہی معنی مراد ہیں۔دراصل رندؔ نے طوائفوں کی دو قسموں یعنی بازاری اور خانگی کا موازنہ کیا ہے۔خانگی کے دیگر معنی سے قطعِ نظر، خانگی وہ طوائف ہوتی ہے جو پردہ نشین ہو اور چھپ کر پیشہ کرتی ہو۔''خانگی'' کے یہ معنی آصفیہ [۱۴] اور نور [۱۵] دونوں نے دیے ہیں اور سند میں دونوں نے آتشؔ کا یہ شعر دیا ہے:

دنیا سی خانگی کوئی ہوگی نہ بیسوا
شوہر سے اپنے رہتی نہ دیکھی یہ زن درست

بورڈ نے بھی یہ معنی دیے ہیں اور دو نثری اسناد بھی دی ہیں۔[16]

پھر اپنے لغت کو مختلف حصوں میں مختلف عنوانات کے تحت تقسیم کرنے کا کوئی جواز قرار اللغات کے مؤلف نہیں پیش کر سکے ہیں اور نہ ہی ''تمامی محاورات'' کی کوئی وضاحت انھوں نے کی ہے۔ موجودہ صورت میں لغت میں کسی خاص اندراج کو تلاش کرنے میں دقت ہوتی ہے کیونکہ باری باری تمام حصے دیکھنے پڑتے ہیں۔

ان معروضات کی روشنی میں مجبوراً ہمیں یہ رائے قائم کرنی پڑتی ہے کہ قرار اللغات کوئی بہت معیاری لغت نہیں ہے۔ محاورات کے کچھ لغات اس سے پہلے موجود تھے۔ مؤلف کو چاہیے تھا کہ ان میں کچھ اضافہ کرتے یا ان سے کچھ اختلاف کرتے۔ ان کے اس کام سے اردو محاورات یا الفاظ کے ضمن میں یا لغت نویسی کے باب میں بہت کم اضافہ ہوا۔

اردو لغات اور شعری متون سے استناد

البتہ ایک میدان ایسا ہے جس کی وجہ سے قرار اللغات کی کچھ اہمیت سامنے آتی ہے اور وہ ہے الفاظ کے معنوں کے ساتھ شعری متون سے استناد۔

شعری متون سے لغت میں اسناد پیش کرنے کے ضمن میں راقم الحروف ضروری سمجھتا ہے کہ اردو لغت نویسی کے موضوع پر کیے گئے ایک غیر مطبوعہ لیکن بہت وقیع اور اہم کام کا ذکر کرے۔ یہ ایک مقالہ ہے جو ایک ایرانی طالبہ لیلیٰ عبدی خجستہ نے پروفیسر ڈاکٹر تحسین فراقی صاحب کی نگرانی میں اردو لغت نویسی میں ادبی ذوق کے شواہد کے عنوان سے تحریر کیا تھا[17]۔ مقالے میں انھوں نے اس امر کا بطور خاص جائزہ لیا ہے کہ اردو کے کن کن لغات میں کون کون سے شعرا کے اشعار درج کیے گئے ہیں اور کن شعرا کے اشعار زیادہ تعداد میں بطور سند آئے ہیں۔

اس ضمن میں خجستہ صاحبہ نے قرار اللغات کا بھی جائزہ لیا اور اس میں دی گئی شعری اسناد کا تجزیہ بھی کیا۔ انھوں نے قرار اللغات میں مختلف شعرا کی پیش کی گئی شعری اسناد کو باقاعدہ شمار کر کے ان کی جو تفصیلات دی ہیں وہ یہاں درج کی جا رہی ہیں:

شاعر	تعدادِ اشعار
داغ	۷۹۴
امیر	۶۴۹
شوق	۴۰۲
قرار [یعنی خود مؤلف]	۳۲۰
جلیل	۳۰۸
عاشق	۱۹۲
شاد	۱۷۵
قلق	۱۵۸
جلال	۱۴۷
دل	۱۱۰
بحر	۷۸
حالی	۳۵
صفدر	۳۴
میر	۳۴ [18]

اس فہرست میں جہاں بعض بڑے اور اہم ناموں مثلاً غالبؔ کی عدم موجودگی کھٹکتی ہے وہاں یہ بھی غور طلب ہے کہ بعض شعرا کی مثالیں بہت زیادہ اور بعض کی بہت کم ہیں۔ اس کی وجوہات پر بحث فی الحال ہمارے موضوع سے بہت دور ہے۔ لیکن ہم یہ ضرور کہیں گے کہ مؤلف نے خود اپنے اشعار بطور سند اچھی خاصی تعداد میں پیش کر دیے ہیں۔

بہرحال، اس لغت میں شامل بعض اسناد اہم ہیں اور کچھ تو ایسی ہیں کہ نسبتاً کم معروف شعرا کے کلام سے لی گئی ہیں اور ان میں سے کچھ کا کلام اب آسانی سے دستیاب بھی نہیں۔ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ اس کے بعد تالیف ہونے والے لغات (مثلاً نور اللغات) کے مؤلفین کو بالخصوص اسناد کے ذیل میں اس سے کچھ نہ کچھ

مدد ضرور ملی ہوگی لیکن تحقیق اور عمیق مطالعے کے بغیر اس امر کو یقینی نہیں کہا جا سکتا۔ یہ ضرور ہے کہ اردو لغت نویسی میں استفادے (بلکہ نقل در نقل) کی روایت بھی کسی دلچسپ تحقیقی مطالعے کا موضوع ہو سکتی ہے (بشرطے کہ ہمارے محترم اساتذہ اور طلبہ و طالبات کو تیسرے درجے کے زندہ اہل قلم پر ''حیات و خدمات'' اور ''احوال و آثار'' جیسے غیر اہم اور گھسے پٹے موضوعات سے کچھ فراغت نصیب ہو)۔

ان اسناد کی اہمیت اپنی جگہ ہے لیکن قرار اللغات کی اہمیت زیادہ تر تاریخی ہے۔ اسے اردو لغت نویسی کی تاریخ میں کوئی اہم سنگِ میل قرار نہیں دیا جا سکتا اور اس کی جانب توجہ بھی اس لیے مبذول ہوتی ہے کہ مؤلف کے بقول یہ امیر اللغات کی تکمیل ہے۔

امیر اللغات کا تکملہ؟

مؤلف کا یہ کہنا کہ انھوں نے اس لغت کی صورت میں امیر کے کام کو تکمیل تک پہنچایا ہے کئی وجوہ کی بنا پر درست نہیں۔

جہاں تک امیؔر مینائی کے نقشِ قدم پر چلنے کا سوال ہے تو امیؔر کا تتبع اگر مؤلف صحیح معنی میں کرتے تو سند میں اپنا کوئی شعر نہ دیتے جیسا کہ امیر اللغات میں امیؔر نے کیا ہے۔ گو امیؔر کی قادر الکلامی سے یہ توقع بے جا نہیں کہ وہ جس لفظ کی سند چاہتے اسی وقت ایک شعر کہہ کر اسے باندھ لیتے۔ لیکن امیؔر نے بوجوہ ایسا نہیں کیا۔

پھر امیؔر نے لغت نویسی کا کام جتنے بڑے پیمانے پر شروع کیا تھا اور جس طرح اس کے لیے باقاعدہ دفتر اور عملہ فراہم کیا تھا، اس کا عشرِ عشیر بھی قرار کے ہاں نظر نہیں آتا۔ امیؔر کے لغت کی ضخامت کا اندازہ یوں لگایا جا سکتا ہے کہ الف ممدودہ اور الف مقصورہ کے الفاظ امیر اللغات کی دو جلدوں میں سمائے اور تیسری جلد صرف ''ب'' سے شروع ہونے والے الفاظ پر مبنی ہے۔[19] ضخامت اور اندراجات کی تعداد کے لحاظ سے کُل ۳۱۶ صفحات پر مشتمل لغت کو امیر اللغات کا تکملہ قرار دینا عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے۔ امیر اللغات اگر مکمل ہوتا تو اس کی کئی جلدیں ہوتیں، کم از کم آٹھ جلدوں تک کا منصوبہ تو امیر کے ذہن میں تھا۔[20]

تعداد اور مقدار سے قطع نظر اگر اصول لغت نویسی کے لحاظ سے دیکھا جائے تب بھی قرار اللغات، امیر اللغات کے معیار سے بہت پیچھے ہے جیسا کہ سطورِ بالا میں مذکور ہوا۔ لیکن ایک اچھی بات اس دعوے کے

ساتھ یہ ہے کہ خود مؤلف کو بھی احساس ہے کہ یہ امیر اللغات کی تکمیل نہیں ہے اور وہ ایک طرح سے تکملے کے دعوے سے یہ کہہ کر ابتدا ہی میں دست بردار ہو گیا ہے کہ امیر اللغات کے انداز میں لکھنا تو ٹیڑھی کھیر ہے اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بنانی چاہیے، نیز یہ کہ ''کہالو پھول کی جا پنکھڑی ہے''۔

اس طرح ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ قرار اللغات، امیر اللغات کا تکملہ تو نہیں ہے اور یہ مقدار اور معیار دونوں لحاظ سے امیر اللغات کو نہیں پہنچتا لیکن اس کی بعض اسناد اہم اور دلچسپ ہیں اور یہ لغت اردو لغت نویسی کے طویل سفر میں کوئی اہم سنگِ میل نہ سہی بہرحال ایک سنگِ میل ضرور ہے جس کے مطالعے سے کچھ نہ کچھ اخذ کیا جا سکتا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، جامعہ کراچی۔

۱۔ ابوسلمان شاہجہاں پوری، کتابیاتِ لغاتِ اردو (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء)، ص ۱۳۳-۱۳۴۔

۲۔ خود امیر مینائی نے اس کا ذکر کیا ہے۔ تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: منشی امیر احمد امیر مینائی، امیر اللغات، جلد ۱ (لاہور: سنگ میل، ۱۹۸۹ء)، ص ۲۔

۳۔ کاتب نے حسبِ دستورِ قدیم ''چھلک'' کا املا ''چھہلک'' کیا ہے۔ ہم نے اسے جدید املا میں کر دیا ہے۔ قرار اللغات میں کئی مقامات پر طرزِ کتابت اور املا قدیم ہے، نون بالاعلان اور نون غنے میں کوئی فرق نہیں روا رکھا گیا کیونکہ نون غنے میں نون کا نقطہ لگایا گیا ہے۔ اس املا کو، نیز متن کے دیگر جو حصے اس مقالے میں نقل کیے گئے ہیں ان کے املا کو بھی، ہم نے تدوینِ متن کے اصولوں کے تحت جدید کر دیا ہے تاکہ دورِ جدید کے قارئین کو سہولت ہو۔ البتہ اصل عبارت میں کسی لفظ یا حرف کے اضافے کی صورت میں اضافہ شدہ عبارت کو چوکور خطوطِ وحدانی (یعنی [ ]) میں دیا گیا ہے۔

۴۔ کاتب نے لفظ ''یونہی'' کو پہلے ''یوہیں'' لکھا ہے لیکن سند میں املا بدل کر ''یونہین'' کر دیا ہے۔
یعنی دوسری بار ''یونہیں'' لکھتے ہوئے واو کے بعد نون غنہ نکال دیا اور آخر کے نون غنے کو نون کر دیا ہے۔

۵۔ ملاحظہ ہو: منشی امیر احمد امیر مینائی، امیر اللغات، مرتبہ رؤف پاریکھ، جلد ۳ (لاہور: پنجاب یونی ورسٹی اورینٹل کالج، ۲۰۱۰ء)۔

۶۔ ملاحظہ ہو: سید احمد دہلوی، فرہنگِ آصفیہ، جلد ۲ (لاہور: مطبوعہ مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۷)۔

۷۔ ملاحظہ ہو: نور الحسن نیر، نور اللغات، جلد ۳ (اسلام آباد: مبطوعہ نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۸۹ء)۔

۸۔ ملاحظہ ہو: ڈاکٹر فرمان فتح پوری (مدیرِ اعلیٰ)، اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد ۹ (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۸۸ء)۔

۹۔ فرہنگِ آصفیہ، جلد ۱۔

۱۰۔ نور اللغات، جلد ۱۔

۱۱۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد ۲ (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۷۹ء)۔

۱۲۔ امیر اللغات،جلد۳۔

۱۳۔ ایضاً،جلد۳۔

۱۴۔ فرہنگِ آصفیہ،جلد۲۔

۱۵۔ نور اللغات،جلد۲۔

۱۶۔ ڈاکٹرفرمان فتح پوری(مدیراعلیٰ)،اردو لغت (تاریخی اصول پر)،جلد۸ (کراچی:اردولغت بورڈ،۱۹۸۷ء)۔

۱۷۔ لیلیٰ عبدی نجستہ،اردو لغت نویسی میں ادبی ذوق کے شواہد (غیرمطبوعہ مقالہ برائے ایم اے،پنجاب یونی ورسٹی اورینٹل کالج،لاہور،۲۰۰۷ء۔۲۰۰۸ء)۔

۱۸۔ ایضاً،ص۸۵۔

۱۹۔ امیر مینائی نے لغت نویسی کا کام کتنے بڑے پیمانے پر شروع کیا تھا اس کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:جاوید اقبال،''دفترِ امیر اللغات''،مشمولہ تحقیق شمارہ۴ (۱۹۹۰ء)؛ نیز جاوید اقبال،''معتمدینِ دفترِ امیر اللغات کے مکتوبات''،مشمولہ تحقیق شمارہ۵ (۱۹۹۱ء)؛ جاوید اقبال، مکتوباتِ امیر مینائی کا تحقیقی جائزہ (غیرمطبوعہ مقالہ برائے پی ایچ ڈی،سندھ یونی ورسٹی،جام شورو،۲۰۰۲ء)،ص۱۴۸۔۱۴۹،۱۶۳۔

۲۰۔ تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو:جاوید اقبال، مکتوباتِ امیر مینائی کا تحقیقی جائزہ،ابتدائی ابواب۔

مآخذ

اقبال،سید جاوید۔''دفترِ امیر اللغات''۔تحقیق جام شورو۔شمارہ۴ (۱۹۹۰ء)۔

اقبال،سید جاوید۔''معتمدینِ دفترِ امیر اللغات کے مکتوبات''۔تحقیق جام شورو۔شمارہ۵ (۱۹۹۱ء)۔

اقبال،سید جاوید۔ مکتوباتِ امیر مینائی کا تحقیقی جائزہ۔ غیرمطبوعہ مقالہ برائے پی ایچ ڈی،سندھ یونی ورسٹی،جام شورو،۲۰۰۲ء۔

امیر مینائی،منشی امیر احمد۔امیر اللغات۔جلد اول و دوم۔لاہور:سنگ میل،۱۹۸۹ء۔

امیر مینائی،منشی امیر احمد۔امیر اللغات۔جلد سوم۔مرتب رؤف پاریکھ۔لاہور:پنجاب یونی ورسٹی اورینٹل کالج،۲۰۱۰ء۔

نجستہ،لیلیٰ عبدی۔اردو لغت نویسی میں ادبی ذوق کے شواہد۔غیرمطبوعہ مقالہ برائے ایم اے،پنجاب یونی ورسٹی اورینٹل کالج، لاہور،۲۰۰۷ء۔۲۰۰۸ء۔

دہلوی،سید احمد۔ فرہنگ آصفیہ۔جلد اول تا چہارم۔لاہور:مطبوعہ مرکزی اردو بورڈ،۱۹۷۷ء۔

شاہجہاں پوری،ابوسلمان۔ کتابیاتِ لغاتِ اردو۔اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان،۱۹۸۶ء۔

شاہجہاں پوری،سید تصدق حسین۔قرار اللغات یعنی اردو محاورات۔لکھنؤ:گلشنِ ابراہیم،۱۹۱۹ء۔

صدیقی،ڈاکٹر ابواللیث۔اردو لغت (تاریخی اصول پر)۔جلد۲۔کراچی:اردو لغت بورڈ،۱۹۷۹ء۔

فتح پوری،فرمان(مدیراعلیٰ)۔اردو لغت (تاریخی اصول پر)۔جلد۸۔کراچی:اردو لغت بورڈ،۱۹۸۷ء۔

فتح پوری،فرمان(مدیراعلیٰ)۔اردو لغت (تاریخی اصول پر)۔جلد۹،کراچی:اردو لغت بورڈ،۱۹۸۸ء۔

نیر،نورالحسن۔ نور اللغات۔جلد اول تا چہارم۔اسلام آباد:مطبوعہ نیشنل بک فاؤنڈیشن،۱۹۸۹ء۔